ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

اُردو ڈائجسٹوں میں سلسلہ وار کہانیوں کی روایت

Tradition of Sequentially Stories in Urdu Digests

محمد رفیق
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا
ڈاکٹر شعیبہ معید
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

Muhammad Rafiq
Ph.D Scholar, Department of Urdu, University of Sargodha , Sargodha
Dr. Shoeba Mueed
Assistant Professor, Department Urdu, University of Sargodha, Sargodha

Abstract:
Digests played a pivotal role in promulgation of literature. This kind of magazines has widely been published throughout the world in different languages. Digests are commonly considered to present mysterious, suspense and adventure stories. Sequentially stories that have been published in different digests in many episodes for a continuous long period. In1970 Sab Rang digest introduced this kind of stories which were liked very much. Digests like Jasoosi, suspense, Imran series, sarguzasht, Dar etc. provided a platform for these stories. Ibn.e.Safi is famous for his suspense stories. Shakeel Adel Zada, Shokat sidiqui, Anwar sidiqui,Aqleem Aleem and Muhai ud Din Nawab are some famous story writers.Devta, shikari, mafroor, jangloos, sadion ka beta,taghoot, gumraah, madaari, aqabla, amber bail and Bazar etc. sequentially published in many episodes. These stories promoted literature and the people of all walks of life eagerly read these stories. Social, economic, national, and international, suspense, horror, love, crime and punishment have been the main topics of these stories.

Keywords: Digests, sequentially stoties, sab rang, suspense, jasoosi, Shakeel Adil zada, Ibn.e.safi,Muhai ud Din Nawab,anwar sidiqui, Bazigar

کہانی کہنا، سننا، سنانا اور اس سے لطف اٹھانا انسانی جبلت میں شامل رہا ہے۔ انسانی زندگی کا ایک حسین دور بچپن کا زمانہ ہے جب انسان شعور ولا شعور کی منازل سے گزر رہا ہوتا ہے۔ عہد طفلی میں دادی، نانیاں دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں سناتی ہیں، جن کا اثر پوری زندگی ہمارے تحت الشعور کا حصہ بنا رہتا ہے۔ شعور کی اسی پختگی کو مد نظر رکھتے ہوئے کہانیوں کے واقعات کو عمر اور ذہنی پختگی کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے۔ ابتدائی کہانیوں میں مافوق الفطرت قصے، دیو دیوتاوں، جن، پریوں اور چڑیلوں کا ذکر اور اَن دیکھی دنیا کا بیان زیادہ مزہ دیتے ہیں۔ یوں کہانی کی ابتدا زبانی قصوں سے ہوئی اور اس کی روایت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہی۔ اگرچہ بہت سی کہانیوں کے تخلیق کاروں کے حتمی نام شوشہء گمنامی میں ہیں، مگر یہ کہانیاں اپنے دلچسپ اور سبق آموز واقعات کی بدولت صدیوں سے سنی سنائی جا

رہی ہیں۔ جب دنیا کے نقشے پر آبادی موجودہ انبوہِ انسانی کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی، تب بھی لوگ اپنے وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے باخبر رہتے تھے۔ روزمرہ معمولات کی کامیابیوں کی روداد ایک دوسرے کو سنا کر انہیں لطف آتا تھا۔ کہانی کی تعریف مختلف حوالوں سے کی گئی ہے۔ کہانی کے لیے قصہ، داستان، ناٹک، من گھڑت بات، واقعہ کی روداد کے الفاظ مستعمل رہے ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کا مترادف لفظ سٹوری آتا ہے جبکہ عربی میں 'القصہ' کا لفظ آتا ہے۔

ذیل میں کہانی کی مختلف حوالوں سے کی جانے والی تعریفیں دی گئی ہیں۔

"فرہنگ تلفظ" میں کہانی کے درج ذیل معانی ملتے ہیں:

> "افسانہ، من گھڑت قصہ، کتھا، ڈرامے کے واقعات، خاکہ یا پلاٹ، گزری ہوئی یا بھولی ہوئی بات۔"(۱)

اظہر اللغات میں کہانی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "قصہ، حکایت، داستان، سرگذشت، بیتی بات، ذکر، بیان، کتھا"(۲)

نسیم اللغات کے مطابق کہانی کی تعریف یوں دی گئی ہے:

> "قصہ، داستان، فضول اور لغویات۔۔۔ کہانی جوڑنا، قصہ بنانا، افسانہ جوڑنا، کہانی کہنا، داستان سنانا، قصہ بیان کرنا، فرضی حال سنانا۔۔۔"(۳)

اسی طرح "فیروز اللغات" میں بھی کہانی کی بابت مذکورہ بالا سے ملتی جلتی تعریف ملتی ہے:

> "حکایت، قصہ، داستان، افسانہ، ذکر، بیان، سرگذشت، گزری ہوئی بات"(۴)

ریختہ اردو ڈکشنری میں کہانی کی تعریف ان الفاظ میں ملتی ہے:

> "قصہ، افسانہ، داستان، حکایت، زندگی کا کوئی واقعہ یا واقعات، سرگذشت، بیتی ہوئی بات، حال احوال۔۔۔"(۵)

کہانی کی تعریف کے ساتھ ساتھ "کہانی جوڑنا، کہانی بنانا یا کہانی گھڑنا" محاورے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تعریفوں کا جائزہ لیا جائے تو کہانی کی کوئی بھی حتمی تعریف نہیں کی جاسکتی اور یوں اس کا مفہوم ایک وسیع تناظر میں ہمہ جہت بن جاتا ہے۔ کہیں ہمیں کہانی اور قصہ ہم پلہ ملتے ہیں تو کہیں یہی کہانی کتھا یا سرگذشت کا جامہ زیب تن کر لیتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی واقعے کو بیان کرتا ہے تو کہانی کسی روداد کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ کوئی اس کو ہلکے پھلکے ڈرامائی انداز میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تو کہانی ناٹک کا روپ دھار لیتی ہے۔ جب کوئی قصہ کہانی یا واقعہ طوالت اختیار کر لیتا ہے تو اسے داستان کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اگر اسے نسبتاً مختصر اور جامع پیرائے میں پیش کیا گیا ہو تو اسے ناول کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اس سے مختصر کینوس کی حامل کہانی افسانہ بھی کہانی ہے۔ کہانی کی ایک اور شکل ڈراما بھی ہے۔ اسی تناظر میں کہانی کی ایک شکل ڈائجسٹوں میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانیوں کی بھی ہے جنہوں نے خوب پذیرائی حاصل کی۔ ان کہانیوں میں داستان جیسی طوالت اور مافوق الفطرت عناصر کو ایک نئے انداز میں ڈھال کر اس میں دلچسپی کا عنصر شامل کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر کہانیوں میں دیومالائی، ماورائیت، طلسمات اور کالے جادو جیسے موضوعات پیش کئے گئے۔ ان سلسلہ وار کہانیوں کی عوامی پذیرائی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈائجسٹ ادب پڑھنے والوں کی تعداد ادب عالیہ

کے قارئین سے کئی گنا زیادہ ہے۔ پاپولر ادب کو ایک عام قاری سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ، سبھی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ قصہ گوئی کے فن کی بابت ارتضیٰ کریم اردو فکشن کی تنقید میں رقم طراز ہیں:

"قصہ گوئی کوئی نیا فن نہیں قصے تہذیبی قدروں کے ساتھ چلتے اور پنپتے ہیں ان کا ارتقا بھی تہذیب انسانی کے زیر اثر ہوتا ہے چنانچہ قصہ گوئی اتنا ہی قدیم ہے جتنی خود انسانی تہذیب"(۶)

اس اقتباس کی رو سے کہانی فنِ قصہ گوئی ہے اور تہذیب انسانی کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ قصے کہانیوں میں جہاں دلچسپ واقعات کو فرضی جامہ پہنا کر بیان کیا جاتا ہے وہیں ان میں تہذیبی عکاسی بھی موجود ہوتی ہے۔ عرفان جاوید اپنی کتاب "دروازے" میں امریکن دانش ور پیٹر سٹراب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"امریکن دانش ور پیٹر سٹراب اپنی کتاب "ایڈگر ایلن پو سے لے کر موجودہ پاپولر ادب" میں لکھتا ہے "ہر ثقافت سے تعلق رکھنے والا انسان کہانیوں کی تلاش میں رہتا ہے، سرد ہواؤں اور جلتی لکڑی کے دھوئیں کی آمیزش سے مہکتی کہانیاں۔ یہ کہانیاں ہمارے اندر ایک مخصوص حِس کو چھیڑتی ہیں۔۔۔ واقعاتی تسلسل تخلیق کرنے اور خیالی خاکہ ایجاد کرنے کی حِس کو صرف فکشن کے ذریعے بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہانیاں تخلیق کرنا انسان کی سرشت ہے اور بے مثال خوبی بھی جو صرف انسان کو دی گئی ہے"(۷)

گویا کہانی تہذیب کی ترویج کا ایک موثر ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ تہذیب اور کہانی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اس فن کا تعلق محض کسی ایک علاقے یا ملک و قوم سے نہیں بلکہ دنیا کی تمام تہازیب و تمدن کا منبع یہی قصے کہانیاں رہے ہیں۔ ارتضیٰ کریم کی تحقیق کے مطابق:

"دنیا کے ان تمام ممالک میں قدیم قصوں کی روایت ملتی ہے جو تہذیب و تمدن کا منبع ہیں۔ اہل یونان اس ضمن میں سامنے کی مثال ہیں۔ وہ صرف شاعری اور موسیقی کی دیویوں کے ہی پجاری نہ تھے بلکہ قصہ گو بھی تھے۔ ان کا خیال ہے کہ یونان میں قصہ گوئی شاعری اور موسیقی سے بھی قدیم تر ہے۔ ہندوستان میں مہا بھارت کا دور ایلیڈ سے تقریباً "پانچ سو سال پہلے کا عہد ہے۔ ویدک عہد اس سے بھی قدیم ہے۔ رامائن، وید اور مہابھارت سب کی تعمیر و تشکیل مناجاتوں، گیتوں اور جادو ٹونے کے اشلوکوں سے ہوئی"(۸)

کہانی کی ابتدا کیسے اور کہاں سے ہوئی؟ اس کا حتمی فیصلہ تو ممکن نہیں البتہ کہانی انسان کے وجود کے ساتھ ہمیشہ جڑی رہی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے بیانیے کا انداز بدلتا رہا۔ یہ مختلف اوقات و ادوار میں کئی ناموں سے موسوم ہو کر ارتقائی مراحل طے کرتی رہی۔ اردو میں کہانیوں کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ہندوستان کی بیشتر لوک کہانیوں کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ "ہماری بہت سی کہانیاں دس پانچ ہزار سال پہلے کی کہانیاں ہیں"(۹)

کہانی کی روایت نہ صرف ہندی میں بلکہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی ملتی ہے۔ ان کہانیوں میں انسانی کرداروں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے دلچسپ قصے بھی بیان ہوئے ہیں۔ وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، میں کہانیوں کے ارتقا کی کہانی یوں بیان کرتے ہیں

"سنسکرت کی سب سے قدیم کہانی تقریباً ۸۰۰ ق۔م میں لکھی گئی اور اُپنشد کے وسیلے سے ہندی میں آئی ہے۔ جانوروں کے متعلق ہندوستان میں جتنی کہانیاں لکھی گئیں ان میں یہ کہانی سب سے پرانی ہے۔۔۔ کہانیوں کا دوسرا خزانہ مہا بھارت ہے جس میں اخلاقی نکات کی وضاحت کے لیے جابجا کہانیوں سے کام لیا گیا ہے، لیکن کہانیوں کا سب سے بڑا ذخیرہ وہ ۵۴۷ کہانیاں ہیں، جو گوتم بدھ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ یہ کہانیاں ۲۲ جلدوں میں مرتب کی گئی ہیں اور تقریباً ۵۰۰ ق۔م کی ہیں۔ یہ کہانیاں "جاتک" کہانیوں کے نام سے معروف ہیں"(۱۰)

دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی قصے کہانیوں کا سراغ ملتا ہے عربی زبان میں ان کی روایت ملتی ہے۔ قرآن نے سابقہ امتوں کے حقیقی قصے بیان کیے ہیں، ان قصوں کی حکمت سابقہ امتوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا بیان کی گئی ہے۔ خود قران نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو احسنُ القصص (القران) قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ عربی ادب میں الف لیلہ کی کہانیاں، جو دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ انگریزی فرانسیسی اور فارسی زبانوں میں بھی کہانی کی روایت ملتی ہے۔

"مصری تہذیب جو دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے، اسی زبان میں دنیا کی اولین کہانی (افسانہ) جو شاہ خافری کے عہد میں لکھی گئی اس کی تاریخ تحریر ۳۴۵۹ ق م بتائی جاتی ہے"(۱۱)

مصری تہذیب کے علاوہ دیگر تہازیب میں بھی کہانی کا ارتقا تاریخ کا سفر طے کر کے آگے بڑھتا ہے۔

"یونان میں پانچویں صدی قبل مسیح میں ایتھنز کہانیوں کا چرچا تھا اور جاتک کا زمانہ بھی یہی بیان کیا جاتا ہے جاتک اور ایسپ کی کہانیوں کو کلیلہ و دمنہ بیتال پچیسی، طوطا کہانی اور الف لیلہ میں بھی شامل کر لیا گیا ہے"(۱۲)

یوں دنیا کی قدیم زبانوں میں کہانی کا ارتقا ہوتا رہا ہے۔ جوں جوں انسانی آبادی بڑھنے لگی لوگوں کے باہمی روابط میں بھی اضافہ ہوا، ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے وسائل نے جنم لیا اس مقصد کے لیے دُور دراز کے سفر ہونے لگے۔ مختلف ممالک کے افراد اور تہذیبوں کے ملاپ کے نتیجے میں زبانوں کا تبادلہ ہوا جس کے ذریعے قصے کہانیوں کا اختلاج ایک فطری امر تھا۔ یوں ایک دوسرے کے کلچر اور تہذیب و تمدن سے واقفیت حاصل ہوئی۔ تہذیبوں کے باہم ملاپ کے نتیجے میں کہانیوں کے ذریعے رہن سہن، تاریخ و ثقافت، رسوم و رواج ادب اور اخلاقیات کا تبادلہ خیال ہوا۔ سید عابد علی عابد کہانی کے اسی زمانی ارتقا کی بابت لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے شروع شروع میں انسان نے جو کہانیاں کہی ہوں گی وہ بہت سادہ ہوں گی۔ جوں جوں وقت گزرتا چلا گیا انسان کے شعور ذات میں اضافہ ہوتا چلا گیا، انسانی روابط پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے، اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی نظام

مختلف منزلوں سے گزر کر کہیں سے کہیں جا پہنچے، توں توں کہانیاں داستانیں بھی شائستہ، مہذب، پیچ دار اور صناعانہ ہونے لگیں۔ انسان جن منزلوں سے گزر رہا تھا اس کی تصویر کشی شروع کر دی" (۱۳)

کہانی نے اس زمانی ارتقا میں مختلف اصنافِ ادب کا روپ دھارا۔ ان اصناف کی ترویج میں مختلف اداروں اور تحریکوں نے اہم کردار ادا کیا۔ جس طرح داستان کا فروغ درباری سرپرستی کی بدولت ہوا۔ عہدِ قدیم میں بادشاہوں کے دربار میں باقاعدہ داستان گو موجود رہتے تھے جو دلچسپ داستانوں سے لوگوں کو محظوظ کرتے تھے۔ جب داستان لکھنے کا باقاعدہ آغاز ہوا تو یہ صنف فورٹ ولیم کالج کے زیرِ سایہ یہ صنف ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔ کلاسیکی داستانوں کے اردو زبان میں تراجم کیے گئے اور طبع زاد داستانیں بھی منظر عام پر آئیں۔ داستان کے بعد ناول اور افسانے کی اصناف نے ترقی پسند اور حلقہ ءارباب اہل ذوق جیسی تحریکوں کے کی سرپرستی میں خوب ترقی کی۔ ان اصناف نے سماجی اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا۔ آزادی کے بعد لکھے جانے والے ناولوں اور افسانوں میں ہجرت کے مسائل کو موضوع بنا کر اس سے پیدا شدہ صورت حال کی تصویر کشی کی گئی۔

مذکورہ بالا اصناف کے علاوہ کہانیوں ایک مقبول عام سلسلہ ڈائجسٹوں کے ذریعے متعارف ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے عوام الناس کے دلوں کی آواز بن گیا۔ ان ڈائجسٹوں کی کامیابی میں سلسلہ وار شائع ہونے والی کہانیوں نے اہم کردار ادا کیا۔

پاکستان میں ڈائجسٹ ادب کا آغاز ۵۳-۱۹۵۰ میں نقش ادبی ڈائجسٹ کے نام سے شمس زبیری نے کیا۔ بعد میں اردو ڈائجسٹ اور سیارہ ڈائجسٹ نے بھی خاصی مقبولیت حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں جون ایلیا، سید محمد عباس، رئیس امروہی اور شکیل عادل زادہ نے انشاء کے نام سے ایک ادبی رسالہ جاری کیا۔ اردو ڈائجسٹ اور سیارہ ڈائجسٹ کی مقبولیت کو دیکھ کر ۱۹۶۲ء میں انشا کا نام بھی عالمی ڈائجسٹ کر کے اسے فکشن پر تبدیل کر دیا گیا۔ بہزاد لکھنوی اس میں کالی ماتا، اگیا بیتال جیسی ماورائی کہانیاں لکھا کرتے تھے۔ ۶ نومبر ۱۹۶۹ء کو شکیل عادل زادہ انشاء عالمی ڈائجسٹ سے الگ ہو گئے۔ انہوں نے یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو سب رنگ کے نام سے اپنا الگ ڈائجسٹ شائع کیا جو اپنے معیار اور انفرادیت کی بدولت سب ڈائجسٹوں سے آگے نکل گیا۔ ابتدائی پانچ سالوں کے دوران میں سب رنگ کی اشاعت ایک لاکھ شماروں تک جا پہنچی جو بعد میں ایک لاکھ پینسٹھ ہزار شماروں کی ریکارڈ سطح پر پہنچ گئی۔ شکیل عادل زادہ سب رنگ کی کامیابی کی وجہ اپنے ایک انٹرویو میں یوں بتائے ہیں:

"سب رنگ" کے ابتدائی دو شمارے پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئے مگر سب کاپیاں فروخت نہ ہو سکیں جس سے اخراجات پورے نہ ہوتے تھے۔ تیسرے شمارے کو مکمل طور پر فکشن پر تبدیل کر دیا گیا یہ تجربہ کامیاب رہا اور پانچ ہزار کا پیاں فروخت ہو گئیں، چوتھا شمارہ چھ ہزار کی تعداد میں نکلا اور سب کاپیاں بک گئیں۔ یہ ایک ریکارڈ تھا کہ چھ ماہ میں کسی ڈائجسٹ یا اردو رسالے نے بیس ہزار کی اشاعت حاصل کر لی، دوسرے سال بیالیس ہزار، تیسرے سال ساٹھ ہزار کے قریب اور پانچ سال میں یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور اس سے آگے جاتی رہی" (۱۴)

سب رنگ میں سلسلہ وار کہانیوں کا آغاز "انکا" سے ہوا جو ۱۹۷۲ء کے شمارے میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ اقابلا، سونا گھاٹ کا پجاری، امبر بیل، بازی گر، جانگلوس جیسی سلسلہ وار کہانیاں شائع ہوئیں۔ شوکت صدیقی اسد محمد خان، کرشن چندر، الیاس سیتا پوری، قرۃ العین حیدر، بہزاد لکھنوی، انوار صدیقی، شکیل عادل زادہ ان کہانیوں کے لکھاری تھے۔ اس کے بعد پاکستان میں ڈائجسٹوں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ معراج رسول نے جنوری ۱۹۷۲ اور جنوری ۱۹۷۳ء میں بالترتیب سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ جاری کئے جن میں کئی معروف سلسلہ وار کہانیاں شائع ہوئیں، ان میں جاسوسی، سسپنس، پراسرار، ماورائی، طلسماتی، جرم و سزا، معاشرتی اور تہذیبی ہر قسم کے موضوعات پر کہانیاں شامل تھیں۔ ان کہانیوں کو بھرپور عوامی پذیرائی ملی۔ طلسماتی موضوعات پر لکھی جانی والی کہانیوں کو عوامی پسندیدگی کی سند حاصل ہو چکی تھی۔ ان اچھوتے موضوعات پر لکھی جانے والی کہانیاں گویا تھکے ماندے ذہنوں آسودگی کا ذریعہ ثابت ہوئے جو تخریب کے بعد تعمیر کا کام کرنے لگا۔ اس قسم کا ادب شائع کرنے والے رسائل بے حد مقبول ہوئے۔ فرانز روٹن سٹائز طلسماتی ادب کے حوالے سے ایک جگہ لکھتا ہے:

> "طلسماتی ادب انسانی تاریخ کے ان ادوار میں زیادہ مقبول رہا ہے جب معاشرہ تخریب کے عمل سے گزر رہا تھا، جب پرانی اقدار منہدم کر کے نئی اقدار جگہ بنا رہی تھیں۔ ایسا ادب علامات کو اپنے اندر چھپائے ہوتا ہے۔ یہ قائم دلیل کو رد کرتا ہے، یا تو تبدیلی لے کر آتا ہے یا اس کی خبر لاتا ہے" (۱۵)

"انکا" انوار صدیقی کی کہانی نومبر ۱۹۷۰ء سے جون ۱۹۷۴ء تک سب رنگ میں سلسلہ وار شائع ہوئی۔ ایسے شخص کی کہانی جس کے سر پر دیوی کا سایہ ہے جو غیر معمولی طاقت (شکتی) کی مالک ہے۔ اس شخص سے قتل کا جرم سرزد ہوتا ہے۔ وہ عدالت میں یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ قتل میں نے کیا بلکہ میرے سر پر جس دیوی کا سایہ ہے، اس نے کیا ہے۔ دیوی کے حصول کے لیے کئی پنڈت اور سادھوؤں نے جاپ رچائے، مگر اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

"اقابلا" انوار صدیقی کی تخلیق کردہ کہانی جو جون ۱۹۷۲ء سے جون ۱۹۷۴ء کے دورانیے میں سب رنگ میں سلسلہ وار شائع ہوتی رہی۔ ایک عرب نوجوان جابر بن یوسف کی مہم جوئی کی داستان جو براعظم افریقہ کے ایک جزیرے میں بھٹکتا پھرتا ہے اور کئی سالوں تک پراسرار دنیا کی سیر کر کے بالآخر حقیقی دنیا میں لوٹتا ہے۔ پوری کہانی مافوق الفطرت واقعات سے بھرپور ہے۔ "طالوت" ایم۔ اے راحت کی طبع زاد کہانی جو ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۶ء کے دوران میں سلسلہ وار سسپنس ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہوئی۔ اس طلسماتی کہانی میں انسان کے نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگنے اور ان کی تکمیل کے لیے کئی بھیس بدلنے کی دلچسپ روداد بیان کی گئی ہے۔ یہ خواہشات کس طرح انسان کو اندھا کر دیتی ہیں کہ وہ منصبِ انسانیت کو بھی بھول جاتا ہے۔ "امبر بیل" انوار صدیقی کے قلم کا ایک اور شاہکار جو سب رنگ ڈائجسٹ میں جون ۱۹۷۴ء سے مارچ / اپریل ۱۹۸۰ء تک سلسلہ وار شائع ہوئی۔ کہانی کا ہیرو میر جمشید عالم کم سنی میں حالات کے بے رحم تھپیڑوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ محلات کی چکاچوند کے باطن میں چھپے تاریک پہلوؤں کو دیکھتا ہے اور سیاست کے گورکھ دھندوں میں خونی رشتوں کو قربان ہونے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ "صدیوں کا بیٹا" ایم۔ اے راحت کے قلم سے ایک شاہکار کہانی جو ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۳ء تک سلسلہ وار سسپنس ڈائجسٹ میں چھپتی رہی۔ اس کہانی میں وقت کو استعارہ بنا کر کائنات اور تہذیبِ انسانی کے صدیوں پر محیط ارتقائی سفر کو خوبصورتی سے سمیٹا گیا ہے۔

"بازی گر" شکیل عادل زادہ کا طبع زاد شاہکار جو جولائی ۱۹۷۵ء سے ۲۰۰۷ء تک سلسلہ وار سب رنگ ڈائجسٹ کے صفحات کی زینت بن کر قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی بھرپور آبیاری کرتی رہی" یہ کہانی ابھی نامکمل ہے اور وہ حال ہی میں اس کو مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور عنقریب بازی گر کی کہانی ایک فیچر فلم کا روپ دھارنے جارہی ہے"(۱۶)

بابر زمان کی روداد، جو اپنے پیاروں سے بچھڑ کر عمر بھر ان کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ "مفرور" اقلیم علیم کی لکھی ہوئی کہانی جو ۱۹۷۵ء سے مسلسل جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہو رہی ہے۔ ایک شریف اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ کی کہانی جو بے جا لاڈ پیار اور عیاشی کی وجہ سے بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ "دیوتا" محی الدین نواب کی تخلیق کردہ یہ کہانی اب تک شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانیوں میں سب سے ضخیم اور طویل عرصے (مسلسل ۳۳ سال) جاری رہنے والی کہانی ہے۔ یہ کہانی فروری ۱۹۷۷ء سے جنوری ۲۰۱۰ء تک سسپنس ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہے۔ خونی رشتوں کی ہوسِ زر کا شکار بننے والے نوجوان کی داستان جو ٹیلی پیتھی کے علم کو اپنا ہتھیار بنا کر محرومیوں کا بدلہ لیتا ہے۔ "شکاری" احمد اقبال کی تخلیق کردہ ضمیر کو جھنجھوڑنے والی کہانی جو جاسوسی ڈائجسٹ میں ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۷ء کے دورانیے میں سلسلہ وار شائع ہوتی رہی ہے۔ معاشرے کے لیے ناسور بننے والے کرداروں کے خلاف برسرِ میدان آنے والے پرعزم نوجوان کی کہانی۔ ڈائجسٹوں میں چھپنے والا ادب اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے سے لے کر کم پڑھے لکھے قاری کے لیے یکساں قابل تفہیم ہوتا ہے۔ ان کہانیوں میں جہاں ایک طرف سماجی مسائل پر لکھا جاتا ہے، وہیں روز مرہ دلچسپی کے موضوعات بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ جاسوسی کہانیوں میں تجسس کے ساتھ بیرونی سازشوں کو بھی بے نقاب کیا جاتا ہے۔ ان کہانیوں کے موضوعات میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ ان میں ماضی کی داستانوں جیسے مافوق الفطرت عناصر موجود ہیں۔ پراسراریت کا بیان ان کہانیوں کی پسندیدگی کی ایک خاص وجہ تھی۔ پاپولر ادب گویا ایسی پراڈکٹ کی مانند ہے جس کی مارکیٹ میں مانگ زیادہ ہو۔ مارکیٹ میں وہی چیز لانے کی کوشش کی جاتی ہے جو ہاتھوں ہاتھ بِک جائے۔ مذکورہ بالا سلسلہ وار کہانیوں میں سے بیشتر کتابی صورت میں کئی مکتبوں سے بھی شائع ہوئیں جو ان کی مقبولیت اور پسندیدگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس ضمن میں اظہار اثر لکھتے ہیں:

"یوں تو مقبولِ عام ادب میں ہر موضوع پر کہانیاں لکھی جاتی ہیں لیکن تین موضوعات پر زیادہ کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ پہلی مقبول قسم رومانی کہانیاں ہیں جو انسانی زندگی کا سب سے اہم حصہ ہوتی ہیں، دوسرا موضوع پراسرار اور جاسوسی کہانیاں ہیں۔۔۔ تیسرے نمبر پر مافوق الفطرت کہانیاں آتی ہیں جن میں پُراسرار فضا پیدا کر کے قاری کی دلچسپی بڑھائی جاتی ہے۔۔۔"(۱۷)

سلسلہ وار کہانیوں کے فروغ میں مختلف ڈائجسٹوں نے اہم کردار ادا کیا جن کی تعداد درجنوں میں ہے۔ ان کے ذریعے عام قاری کو ہلکی پھلکی تفریح فراہم کرنا بھی تھا۔ ڈائجسٹوں کے آغاز، اہمیت اور ادبی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"۔۔۔ آزادی سے قبل ماہنامہ "ادبی دنیا" کے مدیر صلاح الدین احمد اور "ہمایوں" کے مدیر مولانا حامد علی خان کو خیال آیا کہ اردو زبان و ادب کے قارئین کی رسائی برصغیر میں شائع ہونے والے سب ادبی رسائل تک نہیں ہے

اور اکثر اوقات ان رسائل میں چھپنے والے اعلیٰ پائے کے مضامین قارئین ی پوری توجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ "ادبی دنیا" اور "ہمایوں" نے ہر ماہ اعلیٰ پائے کے منتخب ادبی مضامین کی مکرر اشاعت کا اہتمام کیا اور نسبتاً طویل مضامین کو مختصر صورت میں پیش کرنے کی روش اختیار کی۔ علمی و ادبی مضامین کو اردو میں "ڈائجسٹ" کرنے کی یہ اولین کاوشیں ہیں، جنہیں نہ صرف پسند کیا گیا بلکہ انہیں مقبولیت بھی حاصل ہوئی"(۱۸)

ڈاکٹر انور سدید کی اس رائے کی روشنی میں رسائل کی اہمیت ادب کے فروغ میں کسی طور بھی کم نہیں۔ ان رسائل کے ذریعے قارئین کی ایک کثیر تعداد، جن کی رسائی اعلیٰ ادب تک نہ تھی انہیں بھی باآسانی اور سستے داموں وہ ادب پڑھنے کا موقع میسر آیا۔ سلسلہ وار کہانیوں کے ضمن میں بھی بے شمار سلسلے ایسے ہیں جنہوں نے عوام الناس میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ ایک طرف تو ان ڈائجسٹوں نے نئے لکھنے والوں کو ایک بہترین پلیٹ فارم مہیا کیا تو دوسری طرف قارئین کو تفریح کا عمدہ سامان فراہم کیا۔ راور فعت ریاض اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں ان ڈائجسٹوں کی سلسلہ وار کہانی نویسوں کی بابت رقمطراز ہیں:

"۔۔۔ان اہل قلم حضرات نے اپنی تخلیقات کے لیے ڈائجسٹوں کا سہارا لیا۔ ان ڈائجسٹوں میں چھپنے والی کہانیوں، قصوں اور داستانوں نے لوگوں کی کثیر تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا، مختلف ڈائجسٹوں کی مانگ میں روزبہ روز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کی وجہ سلسلہ وار چھپنے والی داستانیں ہیں۔ جو ان مُجلات میں مختلف ناموں سے چھپ رہی تھیں۔ لوگوں کی دل چسپی اور پذیرائی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ دور جدید میں بھی جسے ہم مادہ پرستی کا دور بھی کہہ سکتے ہیں داستان سے دل چسپی برقرار ہے"(۱۹)

ان کہانیوں میں زندگی کے مختلف موضوعات کو زیر بحث لا کر معاشرے کی اصل تصویر سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاشرتی مسائل کو اجاگر کرنا ان کی ایک اہم خصوصیت رہی ہے۔ طوالت کے اعتبار سے یہ سلسلہ وار کہانیاں کئی قسطوں میں شائع ہوئیں جو داستانوی رنگ کی حامل بن گئیں۔ جہاں ایک طرف ان سلسلہ وار کہانیوں نے قارئین کو ہلکا پھلکا ادب پڑھنے کا موقع فراہم کیا وہیں ڈائجسٹ بزنس کو بھی آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ تحیر و تجسس، جاسوسی، سسپنس، سزا و جزا، مہم جوئی اور دیگر معاشرتی موضوعات کو اجاگر کرنا ان کہانیوں کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ ان کا داستانوی پیرائیہ بیان اس قدر دلچسپ ہوتا ہے کہ قاری اس وقت تک ڈائجسٹ نہیں چھوڑتا، جب تک کہانی کی قسط ختم نہ ہو جائے۔ اگلے شمارے کی آمد تک قاری کی بے صبری دیدنی ہوتی ہے۔ قصہ در قصہ کی تیکنیک کا خوبصورت استعمال ہوتا ہے۔ کہانی کا ہیرو مہم جوئی کرتا نظر آتا ہے۔ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اسے کٹھن ترین حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، مشکلات کا مردانہ وار سامنا کرتا اور ان میں سے فتح یاب ہو کر سامنے آتا ہے۔ یہ ساری مہم جوئی ہمیں "داستانِ امیر حمزہ" کی فضاؤں میں واپس لے جاتی ہے۔ ہیرو کی طرح دوسرے کردار بھی جاندار ہوتے ہیں اور کہانی کے تسلسل کو کامیابی سے آگے بڑھاتے ہیں۔ یہاں مافوق الفطرت عناصر بھی موجود ہیں، کہانی کا ہیرو مہم جوئی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ قدیم داستانوں کی طرز پر جن، بھوت، پریاں، دیوی، دیوتاؤں کی موجودگی ان سلسلہ وار کہانیوں میں ہمیں ملتی ہے۔ یہی

عناصر قدیم داستان کا جزو لائنیفک سمجھے جاتے تھے۔ ان کرداروں کے ذریعے ہیرو کی غیبی مدد کا کام لیا جاتا تھا۔ پُر اسرار، طلسماتی فضا، کالا جادو جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ انوار صدیقی کی "سب رنگ" ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی ایک کہانی "اقابلا" ہے۔ اس کہانی کی پوری فضا پر طلسمات کا غلبہ ہے۔ کہانی نگار نے بر اعظم افریقہ کے ایسے جزیروں کو کہانی کا موضوع بنایا ہے جہاں قدم قدم پر کاہن موجود ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد دیوتاؤں کی خوشنودی کا حصول ہے۔

غاروں میں گوشہ نشین ان کاہنوں نے خود کو ریاضت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ کہانی کا ہیرو ہی نمایاں کردار ہوتا ہے۔ جس کا نام سماعتوں سے ٹکراتے ہی کہانی کا پورا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے بعض کہانیوں کی شہرت کی وجہ ہیرو کا کردار بن جاتا ہے۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ کہانی نگار کے نام تک سے واقف نہیں ہوتے مگر کہانی کے ہیرو کی بدولت کہانی کو یاد رکھے ہوتے ہیں "بازی گر" کا نام سماعتوں سے ٹکراتے ہی کہانی کے ہیرو بابر زمان کا سراپا، حالات و واقعات اور اس کی مہم جوئی سامنے گھوم جاتے ہیں۔ اسی طرح امبر بیل کا نام سنتے ہی میر جمشید عالم کا تصور ذہن میں ابھر آتا ہے۔ اقابلا کے ساتھ جڑی جابر بن یوسف الباقر کی داستانِ سفر ہوا کے تازہ جھونکوں کی مانند دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے۔ ان کے علاوہ دیوتا، شکاری، موت کے سوداگر، اقابلا وغیرہ جیسی کتنی ہی کہانیاں ہیں جو اپنے لکھاری کے نام سے زیادہ ہیرو کے کردار کی وجہ سے امر ہو گئیں اور اس سے وابستگی اور لگاؤ کہانی کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کہانی نگار کی کامیابی کا ذریعہ بھی بن گئی ہیں۔ لوگ شکیل عال زادہ کے نام اور کارناموں سے بھلے واقف نہ ہوں مگر وہ انہیں بازی گر، بابر زمان اور بٹھل کے کرداروں کے ذریعے خوب پہچانتے ہیں اور یہی معاملہ دوسرے کہانی نویسوں کے ساتھ بھی ہے۔ ڈائجسٹ ادب ایک عام قاری میں تفریح کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق بھی اجاگر کرتا ہے۔ اس نوعیت کے ادب کی بابت قاسم خورشید لکھتے ہیں:

> "۔۔۔ جاسوسی ناول تفریحی ادب کا بہترین موقع اس لیے ثابت ہو رہا تھا کہ آدمی کسی نئی دنیا کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے سماج کی یکسوئی سے بیزار تھا۔ حالانکہ جاسوسی ناولوں میں قتل، خون، پولیس، پستول اور بموں کی باتیں ہوتی رہی ہیں مگر ایک تجسس نے لوگوں کو ہمیشہ جوڑے رکھا۔ ہم جو خواب فطری بندشوں کی وجہ سے پورا نہیں کر پائے انہیں جاسوسی ناول کے جانبدار ہیرو کے حوالے کر دیا۔ قاری نہیں چاہتا کہ اس کا ہیرو کبھی ناکام ہو یا اس کا قتل ہو جائے۔ وہ انہیں نئی دنیا کی سیر کرواتا رہا ہے۔ اس کے سامنے چھوٹے سماج کا تصور نہیں تھا بلکہ پورا ملک اور کبھی کبھی وہ دوسرے ملک سے بھی جنگ کرتا ہے اور بہت سی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد بالآخر کامیاب ہو جاتا ہے۔۔۔"(۲۰)

عوامی پذیرائی کا حامل یہ ادب ہر عہد، ہر تہذیب اور ہر زبان میں تخلیق ہوتا رہا ہے۔ ادب کے میدان میں اپنا نام پیدا کرنے والے بیشتر ادبا کی تحریریں کتاب شکل میں آنے سے قبل، قسط وار ان رسالوں کے اوراق کی وساطت سے عوام تک پہنچ چکی تھیں۔ یوں ان کے ادبی تعارف کے لیے یہ ایک بہترین پلیٹ فارم ثابت ہوئے۔ سلسلہ وار کہانیوں یا ڈائجسٹ ادب کو اکثر لوگ وہ مقام دینے سے کتراتے ہیں جو وہ ادب عالیہ کو یا بڑے ادبا کی دیگر تحریروں کو دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو ان ادبا نے لکھنا انہی ڈائجسٹوں کی وساطت سے سیکھا۔ عرفان جاوید اسی قسم کے اعتراضات کا مدلل جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں:

"سلسلہ وار کہانیوں کے ناقدین ان کے معیار پر معترض اور اسے سنجیدہ ادب میں شامل کرنے سے گریزاں رہے ہیں۔ ایسے معترضین غالبا" سلسلہ وار کہانیوں کی شان دار روایات سے یا تو ناواقف ہیں یا ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ دنیائے ادب کے عمدہ ترین شاہ پاروں کا تذکرہ آئے تو چارلس ڈکنز کے ہفتہ وار چھپنے والے ناول "دا پک وک پیپرز" "الیگذنڈر ڈیوما کا " تھری مکسی ٹیئرز" فلابئیر کا "مادام بواری" اور آرتھر کانن ڈائل کا شرلاک ہومز سیریز، تمام ہفتہ وار یا ماہ وار رسالوں میں قسط وار شائع ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ کا اہم ترین ناول لیو ٹالسٹائی کا "اینا کارنینا" چار برس قسط وار (۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۷ء) شائع ہوتا رہا، اور دوستو وسکی کا عظیم ناول " برادر ذکرامازوف" رشین میسنجر کے لیے ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۰ء تک سلسلہ وار لکھا جاتا رہا"(۲۱)

دورِ حاضر میں کہ جب کہ کتب بینی کا رجحان کم ہوتا جارہا ہے، ڈائجسٹ اپنی سابقہ روایات کے مطابق شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں شائع ہونے والی کہانیاں آج بھی قارئین میں بے حد مقبول ہیں۔ سماج کو درپیش مسائل ان کہانیوں کے موضوعات ہیں۔ کتابوں سے نکل کر یہ کہانیاں ڈرامہ سیریل اور فلم کی شکل اختیار کر رہی ہیں۔ شکیل عادل زادہ کے بقول "بازی گر بہت جلد مکمل ہو کر ایک فلم کے روپ میں منظرِ عام پر آنے والی ہے"(۲۲)

یہ امر اپنی جگہ مسلّم حقیقت ہے کہ ڈائجسٹوں نے ادب کی ترویج وارتقا میں میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان کی بدولت ایک طبقے میں ادب بینی کا ذوق وشوق پیدا ہوا ہے۔ بہت سے نامور ادیبوں نے اسی پلیٹ فارم سے لکھنے کا آغاز کیا اور پھر ادب کی دینا میں اپنا نام ومقام پیدا کیا۔ اسی طرح ان ادیبوں کی بھی کمی نہیں جنھوں صرف اور صرف ڈائجسٹوں میں ہی لکھا اور یہیں سے شہرت حاصل کی اور یہی ادب ان کی مستقل پہچان بن گیا۔ یوں ہر دور میں ادب کے فروغ میں ڈائجسٹوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فرہنگ تلفظ،، مرتبہ شان الحق حقی، ادارہ فروغ قومی زبان، پاکستان، ۲۰۱۷ء، ص: ۵۷۴

۲۔ اظہر اللغات، اظہر پبلشرز، لاہور، ص: ۸۶۰

۳۔ نسیم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ص: ۷۶۳

۴۔ فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، ص: ۱۰۵۰

۵Rekhta Dictionary htt:/www.rekhtadictionary.com

۔ اردو فکشن کی تنقید، ارتضٰی کریم، عکس پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۹، ص، ۴ 6

۷۔ دروازے (خاکے)، عرفان جاوید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷، ص، ۱۷۳

۸۔ اردو فکشن کی تنقید، ص، ۴

۹۔ اردو میں پاپولر لٹریچر، روایت واہمیت، مرتبہ ارتضٰی کریم، اردو اکادمی، دہلی، ۲۰۱۵، ص، ۸۳

۱۰۔ داستان سے افسانے تک، وقار عظیم، اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۶، ایڈیشن دوم، ص، ۳۰

۱۱۔ اردو فکشن کی تنقید، ص، ۵

۱۲۔ ایضا"، ص، ۱۵

۱۳۔ اصول انتقاد ادبیات، عابد علی عابد، پروفیسر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۴۹۷-۴۹۸

۱۴۔ شکیل عادل زادہ، انٹرویو، راقم الحروف، ۲۸ جنوری، ۲۰۲۵ء، بوقت ۲:۱۰ سہ پہر

۱۵۔ دروازے (خاکے)، عرفان جاوید، ص، ۱۷۳

۱۶۔ شکیل عادل زادہ، انٹرویو، راقم الحروف۔

۱۷۔ اردو میں پاپولر لٹریچر، روایت و اہمیت، ص، ۱۱

۱۸۔ پاکستان میں اردو رسائل کی تاریخ، انور سدید، ڈاکٹر، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۹۲، ص، ۳۵۱

۱۹۔ پاکستان میں اردو داستان، مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی اردو، مخزونہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۲۰۱۲ء، ص،

۲۰۔ اردو میں پاپولر لٹریچر، روایت و اہمیت، ص، ۱۱۲

۲۱۔ دروازے (خاکے)، عرفان جاوید، ص، ۱۷۳

۲۲۔ شکیل عادل زادہ، انٹرویو، راقم الحروف، ۲۸ جنوری، ۲۰۲۵ء، بوقت ۲:۱۰ سہ پہر

Reference in Roman Script:

1. .Shan ul Haq Haqi,(Muratbab)Frhan -e-Talafz,Pakistan, Idara farogh-e-Qaumi Zuban,2017,p.57
2. Azhar-ul-Lughaat,LLahoreAzhar publishers,p.860
3. Naseem ul Lughaat,Lahore, Shiekh Ghulam Ali and sons,p.763
4. Feroz ul Lughaat Urdu,Lahore,feroz sons,p.1050
5. htt:/www.rekhtadictionary.com,
6. Irtaza Kareem, Urdu fiction ki tanqeed,Lahore, akus publications,2019,p.4
7. Irfan Javed ,Darwazay(khakay),Lahore, sanag-e-Meel publications,2017,p.173
8. Urdu fiction ki tanqeed p.4
9. Irtaza Kareem,(muratab),Urdu mn popular literature,rivayat aur Ahmeeyat,Delhi, Urdu academy, 2015,p.83
10. Waqar Azeem,dastaan se afsanay tak,Karachi, Urdu academy, (second edition),1966,p.30
11. Urdu fiction ki tanqeed, p.5
12. Ibid, p:15
13. Abid Ali Abid, professor, Asool-e-iteqaad Adbyyat,Lahore, sang-e-meel publications,2006,p:497-498
14. Shakeel Adil zada,(interview), Karachi, 28 January, 2025,2:10pm
15. Darwazay (khakay), p.173

16. shakeel Adil zada(interview), 2025.
17. Anwar sadeed,Dr.Pakistan mn Urdu rasael ki tareekh,academy adbyat,Pakistan, 1992,p.351
18. Pakistan mn Urdu dastan, makala PhD Urdu,makhzuna,Islamia, University, Bahawalpur,2012, p.34
Ibid, p:73
19. Irtaza Kareem, (muratab), Urdu mn popular literature,rivayat aur Ahmeeyat,Delhi, Urdu academy, 2015,p.112
20. Irfa javed, Darwazay, p.173
21. shakeel Adil zada(interview), 2025.